دوسری قسط:

ٹیکس کی شرعی حیثیت

جناب مولانا فضل الرحمن

ضريبة يا غلة:

یہ بھی ٹیکس کی ایک صورت تھی جو غلاموں اور غیر مسلموں پر عائد ہوتا تھا۔ مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے:

"حجم ابو طيبة النبی صلی الله عليه وسلم فامرله بصاع اوصاعين من طعام وكلم مواليه فخفف عن غلة اضريبة". (صحيح بخاری ص ۳۰۴).

''ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی لگائی پس آپ نے اناج کے ایک یا دو صاع اس کو دینے کا حکم فرمایا اور اس کے مالکوں سے اس کی سفارش کی۔ پس اس کے ٹیکس میں تخفیف کر دی گئی''۔

عشور:

عشر کی جمع ہے اور اس سے مراد اسلامی عشر یا صدقات نہیں بلکہ یہ وہ تجارتی امپورٹ ڈیوٹی تھی جو یہود و نصاریٰ اور ذمیوں کے ان مالوں پر وصولی کی جاتی تھی جو وہ تجارت کرنے کی خاطر مسلمانوں کے علاقوں میں لایا کرتے تھے۔

حسنؒ سے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا:

" ان تجارامن قبلنا من المسلمين ياتون ارض الحرب فيا خذون منهم العشر".

''ہمارے ملک میں مسلمان تاجر جب حربی علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ ان سے مال کو دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو جواب میں حکم دیا:

". خذانت منهم كما ياخذون من تجار المسلمين وخذمن اهل الذمة نصف العشر ومن المسلمين من كل اربعين درهما درهما وليس فيما دون المائتين شئی فاذا كانت فائتين ففيها خمسة دراهم وما زاد فبحسابه"

(كتاب الخراج ص ۱۳۵)

''تم بھی ان سے اسی طرح دسواں حصہ وصول کرو کہ جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے وصول کرتے ہیں۔ ذمیوں سے بیسواں اور مسلمانوں سے ہر چالیس پر ایک ایک درہم وصول کیا کرو۔ دوسو درہموں سے مال کم ہو تو اس پر کچھ وصول نہیں کرنا۔ جب مال دوسو درہموں کا ہو جائے تو اس میں سے پانچ درہم لینے ہیں اور اگر مال دوسو درہموں سے زیادہ ہو جائے تو پھر حساب لگا کر رقم وصول کرو۔

عمرو بن شعیب کی روایت کے مطابق حربیوں میں سے اہل منبج نے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا۔

" رعنا ندخل ارضک تجارا وتعشر نافشاور عمر اصحاب رسول الله ﷺ فی ذلک فاشاروا علیه به فکانوا اول من عشر من اهل الحرب " . (کتاب الخراج ص ۱۲۵).

''ہمیں اپنے ملک میں تجارت کے لئے آنے کی اجازت دیں اور ہم سے دسواں حصہ وصول کیا کریں عمر فاروق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اس کے حق میں رائے دی۔ چنانچہ وہ پہلی حربی قوم تھی کہ جس سے عشر لیا گیا۔

معلوم ہوا کہ تجارتی عُشر یعنی امپورٹ ڈیوٹی کی ابتداء حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اس وقت ہوئی جب حربی قوم کے تجار نے اہل اسلام کے علاقوں میں تجارت کی اجازت ملنے پر خود ہی اپنے مالوں کا دسواں حصہ اسلامی خزانے میں جمع کروانے کی پیش کش کی۔

دوسری روایت کے مطابق جب مسلمان تجار سے حربیوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کیا تو اس کے جواب میں امیر المومنین کی اجازت سے حربی تجار سے بھی مسلمانوں نے دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ خیال رہے کہ مسلمانوں سے جو ڈیوٹی وصول ہوتی تھی اس کی وہ حیثیت نہ تھی جو کہ غیر مسلموں سے ہونے والی ڈیوٹی کی تھی۔

قاضی ابو یوسفؒ نے اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

" وکل ماخذ من المسلمین من العشور فسبیله سبیل الصدقة وسبیل مایوخذ من اهل الذمة جمیعا واهل الحرب سبیل الخراج " . (کتاب الخراج ص ۱۳۴).

''اور مسلمان سے جو ڈیوٹی کے طور پر وصول کیا جائے گا۔ اس کی حیثیت زکوٰۃ جیسی ہوگی اور جو ذمیوں سے وصول ہوگی اس کی نوعیت خراج جیسی ہوگی''۔

زیاد بن حدیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے عُشر پر عامل بنا کر حکم دیا:

''ان اخذ من تجار المسلمین ربع العشر''.

کہ میں مسلمان تجار سے ۲/۱ ۲ فیصد وصول کروں۔

دوسری روایت کے مطابق: ''من تجار اهل الذمة مثل ما اخذ من تجار المسلمین'' . (کتاب الخراج ص ۱۳۴).

''اہل ذمہ کے تجار سے وہ وصول کروں کہ جو مسلمان تجار سے ان کے علاقوں میں وصول کیا جاتا ہے۔

انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان سے فرمایا:

" خذ من المسلمین من کل اربعین درهما درهما ومن اهل الذمة من کل عشرین درهما وممن لاذمة له من کل عشرة دراهما درهما " . (کتاب الاموال).

’’کہ مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم (۲/۱ ۲ فیصد) اہل ذمہ سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم (۵ فیصد) اور جو اہل ذمہ نہیں۔ ان سے ہر دس درہموں پر ایک درہم (۱۰ فیصد) وصول کروں۔

قاضی ابو یوسفؒ نے خلیفہ ہارون رشید پر یہ بھی واضح کر دیا تھا۔

” اذا مرالتا جر علی العاشر بمال اومتاع وقال قد ا دیت ذکاته وحلف علی ذٰلک فان یقبل منه ویکف عنه ولا یقبل فی هذا من الذمی ولا من الحربی لانه لا زکوٰة علیها “ .(المحلی لابن حزم ج ٦ ص ۱۱۵).

’’اگر کوئی تاجر مال ومتاع کے ساتھ عاشر کے پاس سے گزرے اور حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو اس کی یہ بات مان لی جائے اور اس سے ڈیوٹی وصول نہ کی جائے کیونکہ ان پر زکوٰۃ واجب نہیں‘‘۔

قاضی ابو یوسفؒ کی اس ہدایت سے معلوم ہوا کہ مسلمان تاجروں سے جو تجارتی ڈیوٹی وصول کی جاتی تھی۔ وہ ان کے مالوں کی زکوٰۃ ہوتی تھی۔ اگر تجار حلف اٹھا کر کہہ دیتے کہ ہم نے اپنے مالوں کی زکوٰۃ پہلے ہی ادا کر دی ہے تو پھر ان سے کوئی ڈیوٹی وصول نہ کی جاتی تھی۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ عمر فاروقؓ نے مسلمانوں سے بھی تجارتی عشر وصول کیا تو یہ بات کسی بھی صورت میں درست نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام سے ایسا عشر وصول کرنے سے منع فرمایا لہٰذا جس کام سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا وہ عمر فاروقؓ کیسے کر سکتے تھے۔

حرب بن عبید الثقفی کے خالو سے مروی ہے کہ میں نے اپنی قوم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔

” اعشرها فقال انما العشور علی الیهود والنصاری ولیس علی اهل الاسلام عشور “ . (مسند احمد ۳ ص ۴۷۴).

’’کیا میں اپنی قوم سے عشر وصول کروں؟ آپ نے فرمایا۔ بے شک عشور یہود ونصاریٰ پر ہے۔ اہل اسلام پر عشور نہیں۔

یہی روایت امام ابو داؤد اور امام ابن ابی شیبہ نے دائل کے خالو سے نقل کی ہے۔ (ابو داؤد ص ۴۳۲ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۹۲)۔

سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” یامعشر العرب احمد وا الله الذی رفع عنکم العشور “ . (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۰ مصنف ابن ابی شیبه ج ۳ ص ۱۹۷ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۸۷ ۱).

اے عرب کے لوگوں! اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو کہ جس نے تم سے عشور کو ہٹا دیا۔

احمد عبدالرحمن البنا الساعاتی نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یعنی

” ما کانت تاخذ ملوکهم ورؤساء قبا ئلهم منهم من الضر ائب والعشور ونحو ذٰلک “ . (الفتح الربانی ج ۱۵ ص ۱۹).

’’یعنی ان کے بادشاہ اور قبائل کے سردار ٹیکس اور عشور اور ان کی مثل ان سے جو وصول کیا کرتے تھے۔

امام ابو عبیدؒ نے نقل کیا ہے۔

" انه قد كان له اصل في الجاهلية يفعله ملوك العرب والعجم جميعاً فكانت سنتهم ان ياخذو امن التجار عشر اموالهم اذا مروابهم " . (كتاب الاموال ص ۴۷۲).

''اس کی بنیاد جہالت کے زمانے میں رکھی گئی کہ جب عرب وعجم کے بادشاہوں کا یہ طریقہ بن گیا کہ اپنے پاس سے گزرنے والے تاجروں سے دس فیصد ٹیکس وصول کیا کرتے تھے ''۔

مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ اور عشر فرض ہے:

مذکورہ روایات سے عیاں ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ بارگاہ اللہ میں صدقہ پیش کرتا ہے۔ یا انفاق فی سبیل اللہ کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو اپنے اس عمل سے وہ عنداللہ اپنے درجات کو بلند کرواتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اس پر کوئی ایسا ٹیکس واجب نہیں ہوسکتا کہ جس کی اصل جاہلیت کے زمانہ تھی۔

اسی لئے علامہ شوکانیؒ نے فیصلہ دیا ہے۔

" ليس عليهم غير الزكوٰة من الضرائب والمكس ونحوها ". (نيل الاوطار ج ۸ ص ۶۴).

''کہ ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں''۔

علامہ الساعاتی کا بیان ہے ۔

" اى غير ما فريضه الله عليهم فى الصدقات فلا يوخذ من المسلم ضريبة ولا شئى يقرر عليه فى ماله لانه بصير كالجزية " . (الفتح الربانى ج ۱۵ ص ۱۷) .

''یعنی صدقات کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر جو فرض کیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں پس مسلمان سے کوئی ٹیکس وصول نہ کیا جائے اور نہ کچھ اس پر مقرر کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو وہ جزیہ کی صورت اختیار کر جائے گا۔''

ظاہر ہے کہ مسلمان سے جزیہ وصول نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جزیہ تو غیر مسلموں پر واجب ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

" اذا اديت زكوٰة مالك فقد قضيت ماعليك " . (ترمذى ج ۱ ص ۱۶ ابن ماجه ص ۱۲۸ فتح البارى ج ۲۷۳ زدائدابن حبان ص ۲۰۴ كنز العمال ج ۶ ص ۲۹۳ السنن الكبرى ج ۴ ص ۸۴).

''جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا اسے تو نے پورا کر دیا۔

امام ترمذیؒ نے پہلے اس حدیث کو باب بنایا۔ پھر روایت کے طور پر نقل کرنے کے بعد مزید وضاحت یوں کی ہے کہ اور طریقے سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔

" .هل على غيرها ؟ قال لا الا ان تطوع " .

''کیا اس کے علاوہ بھی کچھ مجھ پر فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے تو اجازت ہے''۔
یہی الفاظ امام بخاریؒ کی ایک نقل کردہ روایت کے ہیں؟۔ (صحیح بخاری ص ۱۲)۔
فاطمۃ بنت قیس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
" **لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ** " . **(المغنی لابن قدامه ج ص ۵۷۳ کنز العمال ج ۶ ص ۳۲۳ المیزان الکبری ج ۲ ص ۲ ابن ماجه ص ۱۲۸).**
'' مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں ''۔
امام شعرانیؒ نے علمائے کرام کا اس پر اجماع نقل کیا ہے۔
اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے امام ماوردی نے لکھا ہے۔
" **لا یجب علی المسلم فی ماله حق سواها** " . **(الاحکام السلطانیه ص ۱۱۳).**
''کہ مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی حق فرض نہیں ہوتا''
اگر کہا جائے کہ فاطمۃ بنت قیس سے یہ بھی مروی ہے۔
" **فی المال حق سوی الزکوٰۃ** "
'' مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے ''۔
جامع الترمذی میں یہ دونوں روائتیں موجود ہیں۔ امام ترمذیؒ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ '' مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے''۔ والی روایت کی سند درست نہیں۔ کیونکہ اس روایت کے ایک راوی ابوحمزۃ میمون الاعود کو ضعیف کہا گیا ہے۔
جامع الترمذی کے شارح علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری نے نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے ابوحمزہ میمون کے بارے میں فرمایا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ یعنی اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی۔ امام دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔ امام بخاریؒ کا کہنا ہے۔ کہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک مضبوط نہیں۔ امام نسائی کا قول ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔ **(تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۲۲ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۳۴).**
امام بیہقیؒ کی تحقیق ہے کہ یہ حدیث ابوحمزہ میمون الاعور کوفی کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ یحییٰؒ بن معین اور ان کے بعد آنے والے حفاظ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ ہمارے ساتھ تعالیق میں جو روایت نقل کرتے ہیں وہ " **لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ** " ہے یعنی مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی حق نہیں۔
اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمان اگر صاحبِ نصاب ہے تو وہ صرف زکوٰۃ اور عشر ادا کرنے کا پابند ہے۔ اگر وہ اس کے علاوہ اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر ضرورت مندوں پر خرچ کرتا ہے تو وہ عنداللہ ماجور ہوتا ہے۔
حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت انسؓ کو جب بحرین کا حاکم بنا بھیجا تو ان کو زکوٰۃ کے بارے میں تحریری ہدایت نامہ دیا۔

" هذه فريضة الصدقة التي فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين التي امر الله بها رسوله فمن سئلها من المسلمين علىٰ وجهها فليعطها ومن سئلها فوقها فلا يعط " . (صحيح بخاری ص ۱۹۵ نسائی ج ۱ ص ۲۷۳ ابن حبان ج ۱۱۱ ، الام ج ۲ ص ۴).

" یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا یہ وہی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ پس مسلمانوں میں سے فریضہ کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کردے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے " ۔

صحیح بخاری جو آج کل مدارس میں متداول ہے۔ اس میں "فلا يعط" کے نیچے بین السطور لکھا ہوا ہے۔

" ای زائدًا على الفريضة المعينة " .

" یعنی فرض معینہ سے جب زیادہ طلب کیا جائے " ۔

شاہ ولی اللہؒ نے بھی یہ لکھا ہے۔ (حجة الله البالغه ج ۲ ص ۱۵۳ .(مترجم)

زکوٰۃ نے مال کے ہر حق کو منسوخ کر دیا ہے۔

جب زکوٰۃ وعشر کے بارے میں یہ حکم ہے کہ صاحبِ نصاب مسلمان پر جتنی فرض ہوتی ہے اس سے زیادہ اس سے وصول نہ کیا جائے تو اس پر زکوٰۃ وعشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ایک مال پر ایک ہی بار زکوٰۃ وعشر اور ٹیکس کا واجب ہونا:

اسلامی نظام زکوٰۃ وعشر اور ٹیکس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مسلم یا غیر مسلم کے ایک مال پر سال میں ایک ہی مرتبہ زکوٰۃ وعشر یا ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں مروجہ نظام ٹیکس کے تحت ایک ہی آمدنی یا ایک ہی مال پر کئی ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ انکم ٹیکس، سوپر ٹیکس، سرچارج، ویلتھ ٹیکس، سیلز ٹیکس، امپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ۔

اسلام میں اس کی بالکل اجازت نہیں کہ ایک مال پر بار بار زکوٰۃ یا عشر وصول کیا جائے۔

یا زکوٰۃ اور عشر کی شرح میں اضافہ کر دیا جائے۔ اسی طرح غیر مسلم کے مال پر بار بار تجارتی ڈیوٹی واجب کر دی جائے یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈال دیا جائے۔

علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کرنے والا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عاشر نے رومی تاجر سے اس کے گھوڑے کا عشر وصول کرلیا۔ اتفاق سے اس تاجر کا گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ جب وہ اپنے گھوڑے سمیت واپس ہوا تو عاشر نے اس سے پھر عُشر طلب کیا۔ نصرانی نے عاشر سے کہا کہ میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو تمہیں عشر ادا کر دیا تھا۔ اب مجھ پر کچھ بھی ادا کرنا باقی نہیں۔ جب عاشر نے اصرار کیا تو اس نے اپنا گھوڑا عاشر کے پاس چھوڑا اور خود مدینہ طیبہ

پہنچ گیا۔ اس نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کو مسجد نبوی میں اس طرح پایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی کتاب یا خط کو دیکھ رہے تھے۔ نصرانی نے مسجد کے دروازے سے آواز لگائی کہ میں نصرانی شیخ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں فرمایا۔ میں دین حنیف کو ماننے والا شیخ ہوں۔ کیا بات ہے؟

نصرانی نے عاشر کے ساتھ ہونے والی اپنی گفتگو سنا دی۔ حضرت عمر فاروق اس کی بات کو قابل توجہ نہیں سمجھا۔ لہٰذا وہ عاشر کے پاس واپس آیا اور دوبارہ عشر ادا کرنے پر تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے عاشر کے پاس امیر المؤمنین کا حکم نامہ پہنچ چکا تھا۔ اگر اس سے ایک عشر لے چکے ہو تو دوسری بار مت لینا۔

نصرانی نے کہا کہ جس دین میں عدل وانصاف کی یہ صفت موجود ہو وہی حق ہونے کے لائق ہے اور وہ وہیں مسلمان ہو گیا۔ (المبسوط ج ۲ ص ۲۰۱)۔

جب غیر مسلم سے اس پر واجب ہونے والی ڈیوٹی سے زیادہ وصول کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو اسلامی ریاست میں مسلمانوں سے غیر اسلامی ٹیکس وصول کرنیکی گنجائش کیسے نکل سکتی ہے؟

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۰ھ نے نقل کیا ہے:

" ان تمام اسلامکم ان تودوا زکوۃ اموالکم " . (کنز العمال ج ٦ ص ٢٩٦ الترغیب والترهیب ج ١ ص ٥٢٠).

تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

لہٰذا واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی بھی غیر شرعی ٹیکس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اسلام نے ان تمام ٹیکسوں کو ختم کر دیا تھا جو عرب میں اس وقت رائج تھے۔ مسلمانوں پر صرف زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی فرض ہے اور جو صاحب نصاب اس کی ادائیگی کا منکر ہو تو حاکم وقت اس سے زبردستی وصول کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے اپنے خلافت کے آغاز میں کیا تھا۔

واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین ٥

......☆☆☆☆☆......